العشر فی القرآن

مولانا محمد رفیق چودھری

یہ ایک حقیقت ہے کہ مفلس سے مفلس آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں سے فیضیاب ہوتا ہے اور منعم حقیقی کی ہر نعمت اپنے منعم علیہ بندے سے مناسب شکر گزاری کا تقاضا کرتی ہے۔ مال و دولتِ دنیا جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک آزمائش ہے۔ وہاں ایک عظیم نعمت بھی ہے اور اس پر شکر گزاری کی معین صورت یہ ہے کہ اس نعمت سے مستفید و متمتع ہوتے ہوئے اس کا کچھ خاص حصہ ان لوگوں تک منتقل کر دیا جائے جو اس سے بالکل محروم ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو خدا تعالیٰ کی یہ نعمت خود انسان کے لیے لعنت بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

خدائے رحیم نے اپنے مالدار بندوں کو ایسی صورت حال سے بچانے، ان کو اپنا فرمانبردار بنانے اور دنیا و عقبیٰ میں فلاح یاب کرنے کے لیے مال و دولت پر بطور شکر گزاری زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ٹھہرائی ہے اور اس سلسلے میں زرعی پیداوار پر عشر ادا کرنا واجب کیا ہے۔ غور کرنے سے زکوٰۃ و عشر کے اس وجوب و حکم کی حکمت سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ جس طرح مال و دولت اکثر و بیشتر خدا تعالیٰ کی خاص بخشش کا فیضان ہوتا ہے بالکل اسی طرح پھل اور اناج کی زرعی پیداوار بھی رب العالمین

کے مخصوص فضل وکرم کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ہر استحقاق اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ذمہ داری بھی رکھتا ہے۔ مال و دولت اور زرعی پیداوار کے اسی استحقاق پر زکوٰۃ و عشر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝ (الواقعہ ۶۳ تا ۷۰)

ترجمہ: بھلا تم اس بات پر غور کرو کہ جو کچھ تم کاشتکاری کرتے ہو، اسے تم اگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چُورا چُورا کر دیں اور تم صرف باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ "ہم پر الٹی چٹی پڑ گئی بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں ہی سے محروم ہو گئے"۔ اچھا، تم نے دیکھا کہ یہ پانی جو تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، تم کیوں شکر نہیں کرتے؟۔

گویا جس ہستی کی ربوبیت کے فیض سے تمہیں اناج اور پھلوں کا رزق عطا ہوا، اسی ربِ کائنات کا یہ حق ہے کہ اس کے دیے ہوئے رزق کا کچھ حصہ محروم المعیشت لوگوں کو بھی ادا کیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا
الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝
وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

(عبس: ۲۴ تا ۳۲)

ترجمہ: انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے ــــ ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں، پھر اس سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، کھجور کے خوشے، گھنے باغات، قسم قسم کے میوے، پھل اور طرح طرح کا چارہ ــــ یہ سب کچھ تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَأَنبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنبِتُوا شَجَرَهَا ۗ
أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ۝ (النمل ۶۰)

ترجمہ: بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آسمان سے تمہارے لیے کس نے پانی برسایا؟ پھر اس کے ذریعے سے ہم نے خوش نما باغ اگا دیے۔ حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت اگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ افسوس یہ لوگ راہِ حق سے ہٹ ہوئے ہیں!

پھر ارشاد ہوا:

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ
ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ ۝ فَأَنشَأْنَا لَكُم بِهِ جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ

لَکُمۡ فِیۡہَا فَوَاکِہُ کَثِیۡرَۃٌ وَّمِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ۙ (المؤمنون ۱۸تا۱۹)

ترجمہ: اور ہم نے ایک خاص اندازے کے مطابق آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا، اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اسے واپس لے جائیں۔ پھر اسی پانی سے ہم نے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیے جن میں بہت سے پھل لگتے ہیں اور انہی سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ (الانعام ۹۶)

ترجمہ: یقیناً اللہ ہی کی قدرت ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو شق کرتا ہے (پھر اس سے ہر چیز کا پودا یا درخت پیدا کر دیتا ہے۔)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِہٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡہُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡہُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا ۚ وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِہَا قِنۡوَانٌ دَانِیَۃٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّالزَّیۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِہًا وَّغَیۡرَ مُتَشَابِہٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِہٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَیَنۡعِہٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکُمۡ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ (الانعام ۱۰۰)

ترجمہ: اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اُس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کئے پھر ان سے تہ برتہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور

انار کے باغ اگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور اور پھر ذائقے الگ الگ بھی ہیں۔ جب یہ درخت پکتے ہیں، توان میں پھل آنے اوران کے پکنے کی کیفیت پر نظر ڈالو۔ ان تمام چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

پھر فرمایا؛

وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ الثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ

(البقرۃ: ۲۲)

ترجمہ؛ اور اُسی (اللہ) نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے روزی فراہم کردی۔

قرآن حکیم کی درج بالا آیات کا مدعا و مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی کی رفرمائی انسان کو اس کی معمولی محنت و مشقت کے صلے میں زمین سے بہت زیادہ اناج اور پھل مہیا کر دیتی ہے۔ اس کے بعد انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ بخشش رحمانی اور عطائے ربانی سے جہاں خود بہرہ یاب ہوا ہے وہاں خدا تعالیٰ کے ان بندوں کو فراموش نہ کر بیٹھے جو تہی دامن اور بے سر و سامان ہیں بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو معاشی سہارا دینے کے لیے اس نعمتِ خداوندی کا ایک مخصوص حصّہ ان تک پہنچا دے۔

عُشر کیا ہے؟ عشر کے لغوی معنی "کسی چیز کا دسواں حصّہ" کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ بارانی زمین کی صورت میں اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور غیر بارانی اراضی یعنی نہری یا چاہی وغیرہ کی صورت میں اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ شرعاً عشر کے طور پر

واجب الادا ہوتا ہے بشرطیکہ کل پیداوار شرعی نصاب کے مطابق ہو۔

قرآن اور عشر

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، عشر دراصل زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے جہاں تک مطلق زکوٰۃ کے حکم کا تعلق ہے تو اس کی فرضیت اور وجوب کے لیے قرآن مجید میں بیسیوں آیات موجود ہیں۔ بالعموم اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ یعنی نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی اس خاص قسم یعنی عشر کا ثبوت ہمیں قرآن حکیم کی درج ذیل آیات سے ملتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الانعام ۱۴۱)

ترجمہ: اور وہی (اللہ) ہے جس نے وہ باغات پیدا کئے جو ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض نہیں چڑھائے ہوتے، نیز کھجوروں کے درخت اور کھیتیاں اگائیں جن میں مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار بھی باہم مشابہ اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تم ان کے پھلوں اور پیداوار میں سے کھاؤ اور (ان نعمتوں کے شکریے میں) ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو۔ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے الفاظ "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" (اور فصل کی کٹائی اور

پھل توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو۔) سے ظاہر ہے کہ کھیت سے فصل اور پیداوار حاصل کرتے وقت اس کا ایک خاص حصہ بطور حق المال الگ کر کے ادا کرنا واجب ہے اور عشر کا یہ وجوب اسی لمحے عائد ہو جائے گا جس لمحے زرعی پیداوار حاصل کر لی گئی۔

اس آیت کے تحت چند مفسرین کرام کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری: (از ابن جریر طبری)

اس تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ، انس بن مالکؓ، جابر بن زید، سعید بن مسیب، قتادہ، طاؤس، محمد بن حنفیہ، ضحاک اور زید بن اسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

"هذا امر من الله بايتاء الصدقة المفروضة من الثمر والحب"

(ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: تفسیر الطبری: ۱۲: ۱۵۸ طبع مصر)

ترجمہ: یہ اللہ کا حکم ہے کہ پھلوں اور اناج سے فرض زکوٰۃ یعنی عشر ادا کیا جائے۔

۲۔ تفسیر الکشاف (از علامہ زمخشری):

اس تفسیر میں آیت مذکورہ کے تحت درج ہے کہ:

الآية مكية والزكاة انما فرضت بالمدينة " فأريد بالحق ما كان يتصدق به على المساكين يوم الحصاد، وكان ذلك واجبا حتى نسخه افتراض العشر ونصف العشر وقيل مدنية والحق هو الزكاة المفروضة۔

ترجمہ: یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے لہٰذا اس آیت میں "حق" سے مراد وہ صدقہ ہے جو فصل کی کٹائی کے وقت مسکینوں کو دیا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ صدقہ واجب تھا، پھر عشر اور نصف عشر کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گیا ــــ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس میں "حق" سے مراد

وہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ ہے جو فرض ہے۔

۳۔ احکام القرآن (از ابن العربی) :

وقد افادت هذه الآية وجوب الزكاة فيما سمّى الله سبحانه وافادت بيان ما يجب فيه من مخرجات الارض التى اجملها فى قوله "وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ" فسرّها ههنا، فكانت آية البقرة عامة فى المخرج كله مجملة فى القدر، و هذه الآية خاصة فى مخرجات الارض مجملة فى القدر، فبيّنه رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى أمر بأن يبين للناس ما نزل عليهم، فقال: "فيما سقت السماء العشر وما سُقى بنضح او دالية نصف العشر" فكان هذا بيانا لمقدار الحق المجمل فى هذه الآية۔ وقال ايضا صلى الله عليه وسلم "ليس فيما دون خمسة أوسق من حب اوتمر صدقة" خرجه مسلم وغيره۔ فكان هذا بيانا للمقدار الذى يؤخذ منه الحق والذى يسمّى فى ألسنة العلماء نصابا۔

(ابن العربی: احکام القرآن: ۳۱۲، ۳۱۳ طبع مصر ۱۳۳۱ھ)

ترجمہ: اس آیت سے اس چیز کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نام دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور ارشاد "وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ" یعنی (اے ایمان والو!) ان اشیاء میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو) جو ہم نے زمین سے نکالی ہیں۔ البقرہ ۲۶۷) کی تشریح بھی مل جاتی ہے کہ وہاں پر "زمین سے نکالی ہوئی اشیاء" سے کیا مراد

سورۂ بقرہ کی آیت کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء آجاتی تھیں جو زمین میں سے نکلتی ہیں اور اس کے علاوہ وہاں نصابِ زکوٰۃ کا بھی ذکر نہیں تھا۔ مگر اب سورہ انعام کی آیت زیر بحث کے مفہوم میں زمین سے نکلنے والی اشیاء کی خاص نوعیت بیان کر دی گئی ہے اگرچہ یہاں پر بھی نصابِ زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر اسی آیت کی تشریح و تبیین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ جنہیں قرآن کی تشریح و تبیین کرنے کا حکم خود خدا نے قرآن مجید میں دیا ہے[۱]

وہ تشریح و تبیین یہ ہے کہ؛

" فیما سقت السماء العشر وما سقی بنضح او دالیة نصف العشر"

ترجمہ؛ جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہے اس پر عشر ہے اور جو دوسرے وسائل آبپاشی کے ذریعے سیراب ہو، اس پر نصف عشر ہے"

سنتِ نبوی نے آیت مذکورہ کے لفظ "حَقَّه" میں حق کے اجمال کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

پھر اس کے علاوہ اسی سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؛

لیس فیما دون خمسة اوسق من حب او تمر صدقة"

(صحیح مسلم)

غلے اور کھجور میں پانچ وسق سے کم مقدار پر زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

---

[۱] قرآن مجید میں ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ - اور (اے نبیؐ) ہم نے اس سراپا ذکر یعنی قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا ہے اسے آپ لوگوں پر واضح فرما دیں۔

گویا اس حدیث نے وہ مقدار بھی معین کر دی جس پر "حق" کی وصولی کی جائے گی اور جسے علماء کرام اپنی اصطلاح میں "نصاب" کہتے ہیں :

۴۔ تفسیر کبیر (از امام فخر الدین رازی)

فی تفسیر قوله (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ) ثلاثة اقوال۔ القول الاول: قال ابن عباس فی روایة عطاء یرید به العشر فیما سقت السماء ونصف العشر فیما سقی بالدوالیب، وهو قول سعید بن المسیب والحسن وطاؤس والضحاك"

(الفخر الرازی: التفسیر الکبیر: ۱۳: ۲۱۳ طبع مصر ۱۹۳۸ء)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے قول "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ" کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ پہلا قول جسے عطاءؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس سے بارانی زمین کا عشر اور غیر بارانی کا نصف عشر ہے۔ یہی قول سعید بن مسیبؒ، حسنؒ، طاؤس اور ضحاک کا بھی ہے۔

۵۔ تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن — امام قرطبی) :

"اختلف الناس فی تفسیر هذا الحق ما هو، فقال انس بن مالك وابن عباس وطاؤس والحسن وابن زید وابن الحنفیة والضحاك وسعید بن المسیب هی الزکوٰة المفروضة العشر ونصف العشر" (ابو عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی: ۷: ۹۹ طبع مصر ۱۹۶۷ء)

ترجمہ: اس آیت میں لفظ "حق" کے بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، طاؤس، حسن، ابن زید، ابن الحنفیہ، ضحاک اور سعید بن مسیب، کی رائے میں اس سے مراد وہ فرض زکوٰۃ ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت

میں ہے۔

۶۔ تفسیر ابن کثیر:

"عن ابن عباس (وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ) يعنى الزكوٰة المفروضة يوم يكال ويعلو كيله"

(عماد الدين اسماعيل بن كثير: تفسير القرآن العظيم ۲: ۱۸۱ طبع سهيل اكيڈمی، لاهور)

ترجمہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ سے مراد وہ فرض زکوٰۃ یعنی عشر ہے جب فصل کی مقدار معلوم کر لی جائے۔

۷۔ احکام القرآن — ابوبکر جصاص۔

"روى عن ابن عباس وجابر بن زيد ومحمد بن حنفية والحسن وسعيد بن المسيب وطاؤس وزيد بن اسلم وقتادة والضحاك انه العشر ونصف العشر"

ترجمہ: ابن عباسؓ، جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن، سعید بن مسیب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں عُشر اور نصف عشر مراد ہے۔

۸۔ تفسیر جلالین:

"العُشر أو نصفه"

(جلال الدين سيوطی: تفسير جلالين: ۹۸ طبع دهلی ۱۹۲۲ء)

ترجمہ اس سے عشر یا نصف عشر مراد ہے۔

۹۔ تفسیر مظہری (از قاضی ثناء اللہ پانی پتی):

"قال ابن عباس وطاء وس والحسن وجابر بن زيد وسعيد بن المسيب انهٗ الزکٰوۃ المفروضة من العشر ونصف العشر لان الامر للوجوب۔"

(قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ تفسیر مظہری: ۳: ۲۹۴ طبع دھلی ۱۹۶۷ء)

ترجمہ: ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن مسیب کا قول ہے کہ اس جگہ فرض زکوٰۃ مراد ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے کیونکہ فعل امر سے وجوب کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۔ تفسیر روح المعانی (از علامہ محمود آلوسی):

"و اٰتوا حقه" الذی أوجبه الله تعالیٰ فیه "یَوْمَ حَصَادِهٖ۔"

عن ابن عباس العشر ونصف العشر، والیه ذهب الحسن وسعید بن المُسَیّب وقتادة وطاؤس وغیرهم۔

(علامہ محمود آلوسی: ۸: ۳۸ طبع بیروت)

ترجمہ: "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ" میں حق سے مراد وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے۔ اس بارے میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے عشر اور نصف عشر مراد ہے۔ یہی رائے حسن، سعید بن مسیب، قتادہ اور طاؤس وغیرہم کی ہے۔

اس طرح تقریباً تمام مفسرین حضرات نے آیتِ زیر بحث سے عشر کی فرضیت کا اثبات کیا ہے۔

دوسری جگہ پر حکمِ خداوندی ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ

بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝

(البقرۃ : ۲۶۷)

ترجمہ: ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اور ان چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ لیکن خراب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو درآنحالیکہ تم خود بھی اسے لینا پسند نہیں کرتے الّا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

اس آیت کے الفاظ "اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (اپنی کمائی میں سے بھی چیزوں کا انفاق کرو) کے بعد وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (اور ان چیزوں میں سے بھی انفاق کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیں) سے واضح ہے کہ زمینی پیداوار میں سے کچھ خاص حصے کے انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کیجیے! زمینی پیداوار سے کچھ خاص حصے کا یہ حکمِ انفاق سوائے حکمِ عشر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات[19])

ترجمہ: اور ان (متقیوں) کے مالوں میں مانگنے والے اور محتاج کا حصہ ہوتا تھا۔

یہ آیت اپنے سیاقِ کلام کے لحاظ سے متقین کے اوصاف کے ضمن میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر سائل اور محروم المعیشت آدمی کے لیے اپنے مال میں سے ایک معین حصہ بطورِ حق ادا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ نہ تو زرعی پیداوار کو "اموالہم" کے قرآنی عموم سے خارج سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی زرعی پیداوار کے لیے سائلوں

اور مفلسوں کا فقدان ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحبِ نصاب متقین جہاں دوسرے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہاں وہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر بھی دیتے ہیں اور ان کی طرف سے عشر کی یہ ادائیگی بطور حق ضروری متصور ہوتی ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت یہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج ۲۴تا۲۵)

ترجمہ: اور جن لوگوں کے اموال میں ایک معلوم و معین حصہ ہے، مانگنے اور نہ مانگنے والے حاجت مندوں کے لیے۔

آیاتِ بالا اپنے سیاق و سباق میں جنتی لوگوں کی صفات کے تذکرے میں وارد ہوئی ہیں وہ اعمال جن کی جزا کے نتیجے میں نیک لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے ان میں سے ایک عمل یہ گا کہ ان کے اموال میں دستِ سوال دراز کرنے والے غریبوں اور نہ مانگنے والے محتاجوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک خاص حصہ بطور حق معین ہوتا تھا۔" اموالھم" کے عموم میں زرعی پیداوار بھی شامل ہے۔ لہٰذا ان دونوں آیات سے جہاں ایک طرف زکوٰۃ کے حکم کا اثبات ہوتا ہے وہاں دوسری طرف عشر کا ثبوت بھی فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (التوبۃ ۱۰۳)

ترجمہ: (اے نبیؐ!) ان لوگوں کے مال سے بھی زکوٰۃ لے لیا کریں تاکہ اس طرح آپؐ ان کو (گناہوں سے) پاک و صاف کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں کیونکہ آپؐ کی دعا ان کے لیے سکون بخش ہے اور اللہ بہت سننے

والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت سیاق بیان میں ان لوگوں کے بارے میں آئی ہے جو ایمان کے باوصف مرض منافقت میں بھی مبتلا تھے۔ گویا قانونی اعتبار سے ان پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ آیت میں مستعمل لفظ صَدَقَۃً (یا صدقات کا لفظ) قرآن مجید میں زکوٰۃ کے ہم معنیٰ ہے جیسا کہ سورۂ توبہ میں ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ.... (التوبہ ۶۰)

ترجمہ: زکوٰۃ تو ان کا حق ہے جو فقرا ہوں، مساکین ہوں۔.....

تو یہاں پر صدقات سے مراد صرف صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ ہے (ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو) اس طرح آیت زیر بحث میں "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" کے عام معنیٰ میں زرعی پیداوار بھی بطور مال شامل ہے جس میں سے زکوٰۃ یعنی عشر کی وصولی کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥
(البقرہ ۲)

ترجمہ: (متقین وہ ہیں) جو غائبانہ طور پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے، اس میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں آمدہ الفاظ " وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ " (اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں) سے واضح

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو روزی عطا کی ہے تو اس کے بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی میں سے انفاق کرتے ہیں ۔

اس آیت کے سیاق کلام میں متقین کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں جہاں ایمان بالغیب اور اقامت صلوٰۃ کی خصوصیات کا ذکر ہوا ہے وہاں انفاق کو بھی متقین کی ایک خصوصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے ۔

اہل نظر سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب ہے اور اس کے بیسیوں نظائر بھی موجود ہیں کہ نماز پر انفاق کا عطف بالعموم زکوٰۃ کے مفہوم کا حامل ہوتا ہے کیونکہ خود نماز پر زکوٰۃ کا عطف آنا قرآن مجید کا عام انداز بیان ہے ۔

اب زیر نظر مقام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآنی الفاظ " وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ " (اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ متقین کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ حالت ایمان میں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتائے زکوٰۃ بھی کرتے ہیں ۔ یا اس کا دوسرا اور جامع مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ متقین نماز پڑھتے اور انفاق کرتے ہیں اور پھر اس انفاق میں صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ و عشر اور صدقات نافلہ یعنی خیرات دونوں مفاہیم بیک وقت موجود ہوں گے الغرض دونوں مذکورہ مطالب کی رو سے زکوٰۃ کا مفہوم اس آیت میں شامل رہتا ہے ۔

اب دوبارہ اصل قرآنی الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کے بخشے ہوئے رزق کے تحت جہاں دوسرے اموال آتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے وہاں وہ روزی اور وہ رزق بھی بطور مال آجاتا ہے جو ہم زمین سے حاصل کرتے ہیں اس لیے زرعی پیداوار پر عشر کا وجوب ثابت ہوتا ہے ۔

پھر یہ امر بھی یاد رہے کہ اس مقام پر متقین کے صرف تین ہی بنیادی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے ـــــ ایمان، نماز اور انفاق کا ـــــ اور صرف انہی تینوں خصوصیات کی بنا پر ایسے لوگوں کے راہ ہدایت پر ہونے اور ان کے فلاح یاب ہونے کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

"وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" کے الفاظ اسی انداز میں صلوٰۃ پر عطف کے ساتھ قرآن حکیم میں چند اور مقامات پر بھی وارد ہوئے ہیں اور وہاں بھی بالعموم زکوٰۃ ہی کا مفہوم لیے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ انفال میں ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (الانفال:۳)

ترجمہ: (مومنین وہ ہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

البتہ اس ساری بحث پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہم نے يُنْفِقُوْنَ کے مضارع سے وجوبِ حکم ثابت کیا ہے جبکہ عربی زبان میں فعل مضارع وجوب حکم کے لیے نہیں آتا بلکہ وجوبِ حکم کے لیے فعل امر آنا چاہیے۔

مگر اول تو یہ اصول بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کے بہت سے نظائر اس اصول کے خلاف موجود ہیں اور ہمیں قرآن حکیم کے مقابل میں بہرحال اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو کچھ بھی وقعت نہیں دینی چاہیے۔ اس لیے کہ جن مقامات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی معطوف علیہ کے طور پر يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ بھی فعل مضارع ہی کے ساتھ آیا ہے۔ تو کیا اس فعلِ مضارع کے بسبب صلوٰۃ کا وجوب باقی نہیں رہے گا اور ایسے تمام مقامات پر فرض نمازوں کی بجائے نفل نمازیں مراد لی جائیں گی؟

دوسرے یہ کہ خود قرآن حکیم میں اہل ایمان کے لیے جہاں یُنْفِقُوْنَ کی خصوصیت فعل مضارع کے ساتھ آئی ہے وہاں وہ فعل امر میں اہل ایمان کو انفاق وجوبی کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ، ۲۵۴)

ترجمہ: ایمان والو! ہمارے دیے میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرلو اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود ہو جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش کام دے گی۔ اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

اس آیت میں اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (ہمارے دیئے میں سے راہ خدا میں خرچ کرو) میں اَنْفِقُوْا کا صیغہ فعلِ امر کا ہے جس سے انفاق واجب ثابت ہوتا ہے نیز اس آیت کے آخری ٹکڑے وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔) سے اس بات کا اشارہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ اس انفاق کے وجوب کو نہ مانیں اور اس حکم پر عمل نہ کریں تو ایسے لوگوں کی یہ روش مومنانہ کردار کی نہیں بلکہ کافرانہ طرز عمل کی غماز ہے۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ" اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ" (ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو) سے زکوٰۃ اور عشر کا حکم ثابت ہوگیا کیونکہ کفر کا معاملہ صرف ضروریات دین کے انکار ہی سے پیدا ہو سکتا ہے اور زکوٰۃ و عشر کے ضروریات دین میں ہونے سے کیے انکار ہے۔

اس سلسلے میں" وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ نے

پنی تفسیر "الکشاف" میں لکھا ہے کہ:

"وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" اراد والتارکون الزکٰوۃ هم الظالمون
فقال والکٰفرون للتغلیظ، کما قال فی اٰخر اٰیۃ الحج "وَمَنْ
کَفَرَ" مکان ومن لم یحج، ولانه جعل ترك الزکاۃ من صفات الکفّار
فی قوله "وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ"

ترجمہ: "وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے ظالم ہیں۔ اَلْکَافِرُوْنَ کا لفظ شدت کے لیے آیا ہے جیسا کہ آیت حج کے آخر میں آتا ہے کہ وَمَنْ کَفَرَ (اور جس نے کفر کیا، آل عمران آیت) آیا ہے۔ حالانکہ وہاں پر مفہوم یہ تھا کہ "اور جس نے حج نہ کیا"۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ترکِ زکوٰۃ کو کافروں کی علامت کے طور پر بیان کیا ہے: وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ (اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

ایک دوسرے مقام پر فعل امر کے وجوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے ارشاد ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ
وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (المنافقون: ۱۰)

ترجمہ: (اور اے ایمان والو) ہمارے دیئے میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہا کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ لے اور آدمی کہنے لگے کہ "اے میرے رب! کاش تو مجھے کچھ دنوں کی مزید مہلت دے دیتا تو میں صدقہ دیتا اور پھر صالحین میں

سے ہوتا۔

آیتِ بالامیں اہل ایمان مخاطب ہیں اور اس آیت سے پہلے کی آیت میں وہ مذکور ہیں اور اس جگہ بھی اہل ایمان ہی کو فعلِ امر کے وجوب کے ساتھ انفاق کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا انفاق اور "صدقہ" کرنے کا حکم موجود ہے جو کسی آدمی کو زمرۂ صالحین میں شامل ہونے کے لیے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی سے وہ انفاق اور وہ صدقہ کیا چیز ہے جو صالحین کی خصوصیت اور اہل ایمان کا وصف خاص ہے؟ کیا اس سے زکوٰۃ وعشر مراد نہیں ہو سکتے اور کیا یہاں پر بھی صرف صدقاتِ نافلہ یا خیرات مراد لی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم (اور ہمارے دیے میں سے خرچ کرو) کے عمومی الفاظ میں زکوٰۃ وعشر اور خیرات دونوں کا مفہوم بیک وقت ممکن ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۝ (ابراھیم: ۳۱)

ترجمہ: (اے نبیؐ) میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں، کہہ دو کہ نماز قائم کیا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر (خدا کی راہ میں) خرچ کیا کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کچھ خرید وفروخت ہوگی اور نہ ہی دوستی کچھ کام آسکے گی۔

آیت بالامیں بھی فعلِ امر (غائب) کے ساتھ اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک تو نماز کا اہتمام کریں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے اس کا کچھ

حصہ اسی کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ انفاق کے اس حکم میں زکوٰۃ وعشر کے ساتھ صدقہ وخیرات بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کے لیے آیت کے لفظ عَلَانِیَۃً اور ثانی الذکر کے لیے سِرًّا کا اشارہ اور قرینہ موجود ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فعل امر غائب کا صیغہ اس انفاق کو وجوب وحکم کا درجہ دیدیتا ہے۔ پھر نماز پر انفاق کا یہ عطف بھی زکوٰۃ و عشر کا مفہوم لیے ہوئے ہے جس کے نظائر قرآن حکیم میں موجود ہیں اور جن کی مثالیں اس سے قبل ہم نے بیان کر دی ہیں۔

آیت مذکورہ بھی منجملہ اُن آیاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن سے زکوٰۃ وعشر کے فرض و واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے قرآن حکیم کی چند ایسی آیات پیش کر دی ہیں جن سے صراحتاً یا اشارۃً عشر کے فرض و واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ باقی رہیں اس نظامِ عشر کی عملی تفصیلات تو نظامِ زکوٰۃ کی طرح وہ بھی سنت نبوی کے نصوص، صحابہ کرامؓ کے اجماع اور باقی امت کے تعامل سے معلوم کر لینی چاہئیں۔

البتہ اس سلسلے میں ایک ضروری امر پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ قرآن حکیم کے عمومی حکم کے باوصف بعض اموال واشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وعشر سے مستثنیٰ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور گھوڑوں، غلاموں اور سبزیوں کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ان پر زکوٰۃ وعشر واجب نہیں ہے۔ لیکن آج ایسی تمام مستثنیات پر بھی زکوٰۃ و عُشر عائد کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ مالِ تجارت کی تعریف میں آجاتے ہوں اور نصاب مقررہ کے مطابق ہوں۔

حضرت سَمُرہ بن جُندبؓ کی روایت ہے کہ:

"انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کان یامرنا ان

تخرج الصدقۃ من الذی نُعِدُّ للبیع'' (السنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسی تمام اشیاء سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جن کو ہم لوگ بغرض تجارت استعمال کرتے تھے۔

اس حدیث کی رو سے ان گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہو سکتی ہے جو تجارت کی غرض سے ہوں اور نصاب کے مطابق ہوں، اور ان تمام پھلوں اور سبزیوں پر بھی عشر عائد ہوگا جو بغرضِ تجارت ہوں اور مقدار نصاب ہوں۔ پہلے معاملے کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہمارے لیے بہترین مثال ہے اور دوسرے کے لیے آج ہم خود اجتہاد کر سکتے ہیں اور ہمارے اس طرز عمل سے حدیث یا شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوگی بلکہ اس کا عین منشا پورا ہوگا۔

نفاذِ زکوٰۃ و عُشر کے سلسلے میں البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن حکیم کے پیشِ نظر انسان کی صرف معاشی صلاح و فلاح نہیں ہے بلکہ وہ پوری حیات انسانی کی ہدایت و فلاح کے لیے اپنا ایک عالمگیر اور ہمہ گیر نظام فکر و عمل رکھتا ہے۔ قرآن کی معاشی ہدایات احکام دراصل اس کی مجموعی دعوت کا محض ایک حصہ ہیں۔ اس لیے اسلام کے صرف کسی جز کو نافذ کرکے اس کے ذریعے سے اس کے کُلّی نفاذ کی برکات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ لہٰذا جب تک نظامِ اسلام کو اس کے ہمہ جہتی اصولوں کی بنیاد پر پورے اخلاص سے قائم کرنے کی کوشش نہیں ہوگی اسوقت تک اسلامی انقلاب کی منزلِ مقصود کا حصول ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العشر فی الحدیث

جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایم اے خطیب مسجد مبارک لاہور

عشر کی فرضیت: کتب احادیث میں عشر کے بارے میں جو احادیث منقول ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عشر زکوٰۃ ہی کی ایک صورت ہے۔ چونکہ عموماً اناج اور پھلوں پر زکوٰۃ دس فیصد وصول کی جاتی تھی اس بناء پر اسے عشر کا نام دے دیا گیا۔ محدثین نے عشر سے متعلقہ تمام احادیث کو اپنی اپنی کتابوں میں کتاب الزکوٰۃ میں ہی نقل کیا ہے۔ ایسی احادیث کے لئے جو باب باندھے گئے ہیں ان میں لفظ زکوٰۃ اور صدقہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة [1]	باب پانچ اوسق سے کم اناج یا پھلوں میں صدقہ نہیں۔
باب صدقة الزرع [2]	کھیتی کے صدقہ کا باب۔
باب ماجاء فی صدقة الزرع والتمر والحبوب [3]	کھیتی، کھجور اور دانوں کے صدقہ کے باب میں جو بیان ہوا۔

---

[1] بخاری، ص ۲۰۱

[2] ابو داؤد، ص ۲۲۵

[3] ترمذی، ص ۱۰۸

۴۔ باب ما جاء فی زکوٰۃ الخضراوات [1]	باب سبزیوں کی زکوٰۃ کے بارے میں
۵۔ باب صدقۃ الزرع والثمار [2]	کھیتوں اور پھلوں کے صدقہ کا باب۔
۶۔ باب زکوٰۃ الحنطۃ ـــ باب زکوٰۃ الحبوب [3]	گیہوں اور دانوں کی زکوٰۃ کا باب
۷۔ اخذ الصدقۃ من الحنطۃ والشعیر [4]	گیہوں اور جو پر صدقہ وصول کرنا۔
۸۔ الزکوٰۃ فی الزرع والکرم۔ [5]	کھیتی اور انگوروں پر زکوٰۃ۔
۹۔ جماع ابواب زکوٰۃ الثمار [6]	پھلوں پر زکوٰۃ کے ابواب
۱۰۔ زکوٰۃ ما یخرص من ثمار النخیل والاعناب [7]	کھجوروں اور انگوروں کی زکوٰۃ اور ان کا اندازہ لگانا۔
۱۱۔ زکوٰۃ الحبوب والزیتون [8]۔	دانوں اور زیتون کی زکوٰۃ۔

[1] ترمذی: ص ۱۰۴

[2] ابن ماجہ: ص ۱۳۰

[3] نسائی: ص ۲۱

[4] المستدرک: ص ۴۰۱: جلد ۱

[5] المستدرک: ص ۴۰۲: جلد ۱

[6] السنن الکبریٰ: ص ۱۲۰: جلد ۴

[7] تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک: ص ۲۰۲: جلد ۱۔

[8] تنویر الحوالک: ص ۲۰۳: جلد ۱۔

۱۲۔ باب مایجب فیہ الزکوٰۃ من الحب[1]	غلہ کی ان اقسام کا بیان جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔
۱۳۔ باب مایجب فیہ الصدقۃ عن الحبوب والورق والذھب[2]	دانوں، چاندی اور سونے پر صدقہ کے وجوب کا بیان۔
۱۴۔ باب وجوب زکاۃ الذھب والورق والماشیۃ والثمار والحبوب[3]	سونے چاندی جانوروں پھلوں اور دانوں پر زکوٰۃ کے وجوب کا باب۔

مذکورہ حوالوں سے واضح ہوا کہ عشر زکوٰۃ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور زکوٰۃ ہی کی طرح فرض ہے۔

زکوٰۃ اور عشر میں فرق

زکوٰۃ اور عشر میں یہ فرق ضرور ہے کہ زکوٰۃ ان مالوں پر وصول کی جاتی ہے۔ جن پر ایک سال گزر چکا ہو۔ جیسا کہ مرفوعاً وموقوفاً عبداللہ بن عمرؓ اور عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔

—— لا زکوٰۃ فی مال حتیٰ یحول علیہ الحول[4]

—کسی مال میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی جب تک اس پر ایک سال نہ گذر جائے۔ البتہ یہ بات الگ ہے کہ کسی ضرورت کے تحت زکوٰۃ کے مصرف میں تعجیل[5] کی اجازت رکھی گئی ہے۔ لیکن فرضیت کے اعتبار سے صاحب نصاب کے پاس مال کا ایک سال تک رہنا شرط ہے۔

---

[1] دارقطنی، جلد ۲۔

[2] دارمی، ص ۲۰۴۔

[3] دارقطنی، ص ۹۲، ج ۲۔

[4] 〃 〃 ۹۰، 〃 〃

جہاں زکوٰۃ کے ایک سال کی شرط ہے وہاں عشر کے لیے اس شرط کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ عشر کی وصولی اسی وقت ہوتی ہے جب فصل کٹ جاتی ہے یا پھلوں کو درختوں اور بیلوں سے حاصل کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ کھیتی یا درختوں سے جو کچھ حاصل ہونا ہوتا ہے ہو جاتا ہے۔

عشر اور نصف عشر

ایک فرق اور یہ ہے کہ زکوٰۃ کی جو شرح مقرر کر دی گئی ہے اس میں عمال کو کمی بیشی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں لیکن عشر کے بارے میں شریعت نے عمال کو اختیار دیا کہ وہ دیکھیں کہ آیا کھیت اور باغات کو ملنے والا پانی بغیر کسی تکلیف یا خرچ کے حاصل کیا جاتا ہے یا اس کے حصول کے لیے کھیت اور باغ کے مالک کو محنت کرنی پڑتی ہے یا اس کو معاوضہ دینا پڑتا ہے۔

اگر پانی کا حصول بغیر کسی تکلیف یا خرچ کے ہوتا ہے تو کھیتی اور باغ سے حاصل ہونے والے اناج اور پھل پر دس فیصد عشر وصول کیا جائے گا۔ اگر پانی کے حصول کے لیے خرچ کرنا پڑتا ہے یا تکلیف اٹھانی پڑتی ہے تو شریعت نے رعایت دی ہے کہ مالک سے نصف (پانچ فیصد) عشر وصول کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح	(سید الانبیاء) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو زمین بارش اور چشموں سے سیراب ہوگی یا جس کا دارومدار بارش پر ہو اسکی پیداوار پر عشر ہوگا اور جس کو کنویں وغیرہ سے محنت کے ساتھ پانی نکال کر لگایا جائے

لہ بخاری ص ۲۰۱۔

نصف العشر[1] — اس کی پیداوار پر نصف عشر ہوگا۔

فیما سقت الانھار والغیم العشور و فیما سقی بالسانیۃ نصف العشر۔ — جس زمین کو نہری یا بارش کا پانی ملے اس کی پیداوار پر عشر ہوگا اور جس کے لیے اونٹ کنویں سے پانی نکالیں اسکی پیداوار پر نصف عشر ہوگا۔

شریعت نے انسانی محنت کا خیال رکھتے ہوئے نصف عشر کی معافی کی گنجائش رکھی جبکہ زکوٰۃ کے بارے میں ایسی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی۔

عشر کن اشیاء پر وصول ہوگا؟

شریعت نے ہر اس زمین کی پیداوار پر عشر واجب کیا ہے جو بارش، نہر اور چشموں سے سیراب ہوتی ہو۔ جس زمین کو سیراب کرنے کے لیے قدرتی وسائل کے ساتھ انسانی مشقت بھی شامل ہو تو اسکی کچھ پیداوار پر نصف عشر رکھا گیا ہے۔ اس کلیہ کے تحت ہر قسم کی پیداوار زمین پر سیرابی کے اعتبار سے عشر یا نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ لیکن وجوب عشر کے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جن اجناس پر عشر واجب ہوتا ہے وہ قابل ذخیرہ ہیں کہ نہیں۔ لہٰذا جن کا ذخیرہ ممکن ہے ان پر عشر وصول کر لیا جاتا ہے اور جن کے بارے میں ضیاع کا خطرہ ہو تو ان کو عشر سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوگا کہ ایسی تمام اشیاء جن پر عشر وصول نہیں کیا جاتا ان کو فروخت کرنے کے بعد جو رقم حاصل ہوتی ہے اگر وہ زکوٰۃ کے نصاب تک پہنچ جائے تو اُسے زکوٰۃ سے بھی مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔

---

[1] مسلم ص ۳۱۶، ج ۱۔

چنانچہ احادیث میں کافی حد تک وضاحت موجود ہے اور جن اشیاء کی وضاحت نہ مل پائے تو وضاحت شدہ کے تحت استنباط کیا جائے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثھما الی الیمن فامرھما ان یعلما الناس امر دینھم وقال لا تاخذوا الصدقة الا من ھذہ الاربعة الشعیر والحنطة والزبیب والتمر[1]	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو یمن بھیجا اور فرمایا کہ وہ دونوں لوگوں کو دین سمجھائیں اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ صرف چار اجناس یعنی جو، گیہوں خشک انگور اور کھجوروں سے صدقہ وصول کریں۔

حضرت حسنؒ سے روایت ہے۔

لم یفرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزکوٰۃ فی شئ الا عشرۃ اشیاء الذھب والفضة والبقر والغنم والابل والبر والشعیر والذرۃ والتمر[2]	اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اشیا کے علاوہ کسی شئ میں زکوٰۃ فرض نہیں کی۔ وہ سونا، چاندی، گائے، بکریاں، اونٹ، گیہوں، جو، جوار (مکئی) اور کھجوریں ہیں۔

عن مالک انہ سال ابن شھاب عن الزیتون قال فیہ	امام مالکؒ نے امام شہابؒ سے زیتون کے بارے میں دریافت کیا یعنی کیا زیتون

---

[1] مجمع الزوائد، ص ۷۵-۴۲۔

[2] مصنف عبدالرزاق، ص ۱۱۴، جلد ۴۔

العشر [1] پر عشر ہے۔

حضرت معاذؓ بن جبل کی عشر کے بارے میں ایک اور روایت ہے۔

انما یکون ذٰلک فی التمر والحنطۃ والحبوب واما القثاء والبطیخ والرمان والقصب فقد عفا عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]

عشر کھجوروں، گیہوں، دالوں میں ہوگا ککڑی، تربوز، انار اور گنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشر معاف فرمایا۔

امام مالکؒ نے ہماری آسانی کے لیے حبوب کی جو تشریح کی ہے اس سے مسئلہ تقریباً واضح ہی ہو جاتا ہے۔ اور ابہام کی گنجائش ختم ہی ہو جاتی ہے۔

والحبوب التی فیھا الزکوٰۃ الحنطۃ والشعیر والسلت والذرۃ والدخن والارز والعدس والجلبان واللوبیا والجلجلان وما اشبہ ذٰلک من الحبوب التی تصیر طعاما فالزکوٰۃ توخذ منھا بعد ان تحصد۔ [3]

دانے جن میں زکوٰۃ ہے وہ گیہوں، جو پوست دار جو یا بے پوست، جوار، باجرا (دخن چنے کو بھی کہتے ہیں۔) چاول، مسور ماش، لوبیا، تل اور ان کی مثل وہ دانے جو کھائے جاتے ہیں ان کو کاٹے جانے کے بعد زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

مذکورہ بالا اجناس اور ان کی مثل وہ ہیں جن پر عشر وصول ہوگا۔ کیونکہ ان کو کاٹ کر اگر رکھا جائے تو ان کے خراب ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ جن کا ذخیرہ کرنا

---

[1] تنویر الحوالک۔ ص ۲۰۳، جلد ۱۔

[2] مستدرک، ص ۴۰۱، جلد ۱۔

[3] تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک مصنف عبدالرزاق ص ۱۱۵، ج ۴ میں ملتی جلتی تشریح ہے۔

ممکن نہیں ان پر عشر واجب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مستدرک[1] کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام ترمذیؒ نے جامع الترمذی[2] میں باب باندھا ہے۔

ماجاء فی زکوٰة الخضروات۔ سبزیوں پر زکوٰة کا بیان۔

پھر انہوں نے حضرت معاذؓ کی روایت نقل کی ہے۔

انہ کتب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألہ عن الخضروات وھی البقول فقال لیس فیھا شیء۔

بے شک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا اور دریافت کیا کہ آیا سبزیوں پر زکوٰة ہے؟ تو آپ نے لکھا ان پر کچھ نہیں۔

امام رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ ہی لکھا ہے کہ حدیث کی سند صحیح نہیں اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی صحیح طور پر منقول نہیں۔ بے شک موسیٰ بن طلحہؓ سے مرسلاً مروی ہے۔

والعمل علی ھذا عند اھل العلم انہ لیس فی الخضروات صدقة۔ اور عمل اہل علم کا اس پر ہے کہ سبزیوں پر کوئی صدقہ نہیں۔

مصنف عبدالرزاق[3] میں موسیٰ بن طلحہ سے یوں مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فی الخضروات صدقة۔ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سبزیوں پر کچھ صدقہ نہیں۔

---

[1] تنویر الحوالک: ص ۲۰۱: جلد ۱۲۔

[2] ص ۱۰۹: جلد ۱۲۔

[3] ص ۱۱۹: جلد ۴۔

تحفۃ الاحوذی میں شارح ترمذیؒ نے لکھا ہے :

والیٰ ذٰلك ذهب مالك والشافعی۔ کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس حدیث کو اپنایا ہے۔[1]

علامہ شوکانیؒ نے منتقی الاخبار کی شرح نیل الاوطار میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں :

لیس فی الخضروات زکاۃ۔ یعنی سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔[2]

بہرحال پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جن اشیاء پر عشر یا نصف عشر واجب نہیں ہوتا یا وجوب میں اختلاف ہے ان کی فروخت کے بعد حاصل ہونے والی رقم پر جب ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ عشر کی وصولی میں جلدی اس لئے کی جاتی ہے کہ جن اشیاء پر وصول ہوتا ہے وہ عموماً فصل وار حاصل ہوتی ہیں۔ اگر وصولی میں دیر کر دی جائے تو فصل کے مالک کے پاس رقم نہ رہے گی پھر وہ زکوٰۃ یا عشر کیسے ادا کرے گا لہٰذا مالک کی آسانی کے لیے کٹائی کے بعد یا پھلوں کے پک جانے پر ہی حکومت کا حصہ وصول کر لیا جاتا ہے تاکہ بعد میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو پائے۔ جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے تو جن مالوں پر وصول کی جاتی ہے ان کا مالک کے پاس ہمیشہ موجود رہنے کا امکان رہتا ہے۔ اس لیے سال کے سال زکوٰۃ وصول کر لی جاتی ہے۔

اناج اور پھلوں کا نصاب

ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے۔

---

[1] ص ۱۲ : جلد ۲۔

[2] نیل الاوطار ص ۱۵۲ ، جلد ۴۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ [1]

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم (اناج اور پھلوں) میں صدقہ نہیں۔

صحیح مسلم میں وضاحت کر دی گئی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمسۃ اوساق من تمر ولا حب صدقۃ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھجور اور دانے جب پانچ اوساق سے کم ہوں تو ان میں صدقہ نہیں۔

مذکورہ بالا دو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک اناج یا پھل پانچ وسق نہ ہوں تو ان پر عشر یا نصف عشر اگر پانی پر خرچ آتا ہے واجب نہیں ہوتا۔ اگرچہ پانچ وسق سے معمولی ہی کم کیوں نہ ہوں۔ ہاں اگر کوئی خود رضا کارانہ طور پہ دینا چاہے تو اور بات ہے۔ محدثین نے وسق کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ہر صاع تقریباً ۲ سیر کا ہوتا ہے۔ تو اس اعتبار سے تقریباً کل وزن ۹۴۸ کلوگرام ہوا۔

عشر کب واجب ہوتا ہے؟ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ عشر کی وصولی کھیتی کے کٹنے اور پھلوں کے پک جانے پر واجب ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہؓ

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۰۱ ایضاً صحیح مسلم ص ۳۱۶ ج ۱

[2] بخاری ص ۳۱۶ ج ۱۔

بعث عبد الله بن رواحة الى يهود فيخرص النخل حين يطيب قبل ان يوكل منه[1]۔
عن عتابؓ بن اسيد قال امر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يخرص العنب كما يخرص النخل و يوخذ زكاته زبيبا كما توخذ صدقة النخل تمرا[2]

کو یہود کی طرف بھیجا کرتے تھے۔ کھجوروں کے پک جانے سے لیکن کھائے جانے سے پہلے وہ اندازہ لگاتے کہ کتنی ہونگی۔
عتاب بن اسید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگوروں کا اندازہ اسی طرح کیا جائے جس طرح کھجوروں کا کیا جاتا ہے اور ان کی زکوٰۃ خشک انگوروں کی صورت میں لی جائے جس طرح تازہ کھجوروں کی زکوٰۃ خوب پکی ہوئی کھجوروں کی صورت میں لی جاتی ہے۔

پھلوں کا اندازہ لگا کر عشر وصول کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اناج یا دانوں کو زمین پر جتنی دیر بھی رکھا جائے تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا جبکہ پھلوں کو زمین پر رکھنے اور آگے پیچھے کرنے میں ان کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

عمال رسول اللہ صلعم کی امانت و دیانت اور اندازہ لگانے میں احتیاط

رسول اللہ صلعم کا معمول مبارک تھا کہ اپنے عمال کے انتخاب میں بڑی ہی احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کا معمول تھا کہ جب وہ اہل خیبر کے پاس آتے تو اندازہ لگا کر دو حصے کر دیتے پھر اہل خیبر کو اختیار دیتے کہ جو بھی حصہ ان کو پسند ہے

---

[1] ابوداؤد ص ۲۲۶ [2] ایضاً ابوداؤد ص ۲۲۶۔

وہ لے لیں۔ ایک موقعہ پر اہل خیبر نے ان کو رشوت دینے کی کوشش کی۔ امام زہریؒ سے وہ واقعہ یوں منقول ہے۔

قال لما اتاهم ابن رواحه جمعوا له حليا من حلى نساءهم فاهدوها اليه فقال يا معشر اليهود والله انكم لابغض خلق الله الي وما ذاك بحاملي ان احيف عليكم واما ما عرضتم علي من هذه الرشوة فانها سحت وانا لا ناكلها ثم خرص عليهم ثم خيرهم ان ياخذوها (او يأخذها) هو فقالوا بهذا قامت السموات والارض فخذوها بذالك الخرص له

کہ جب عبداللہ بن رواحہ اہل خیبر کے پاس آئے تو انہوں نے اپنی عورتوں کے زیورات جمع کر کے ان کی خدمت میں پیش کر دیئے انہوں نے کہا اے جماعت یہود واللہ کی قسم اللہ کی مخلوق میں سے تم میرے نزدیک انتہائی مبغوض ہو لیکن یہ بات مجھے اس پر نہیں ابھارے گی کہ میں تم پر ظلم کروں۔ جہاں تک اس رشوت کا تعلق ہے جو تم نے مجھ پر پیش کی ہے تو یہ حرام ہے اور ہم حرام نہیں کھاتے۔ پھر انہوں نے اندازہ لگا کر ان کو اختیار دیا۔ چاہے تو ان کے اندازہ کے مطابق مقررہ حصہ لے لیں یا دیدیں پھر یہود نے کہا اسی انصاف کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ پھر انہوں نے ان کے اندازہ کے مطابق حصہ کو قبول کر لیا۔

له مصنف عبدالرزاق ص ۱۲۴، ج ۴ طبع مجلس علمی۔

ریقہ وصولی

جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال عشر وصول کیا کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں لومت وصول کرتی تھی۔

صارف

چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ عشر زکوٰۃ ہی کی ایک قسم ہے۔ جب اس کی وصولی زکوٰۃ کی طرح ہوگی تو ظاہر ہے کہ مصرف بھی زکوٰۃ ہی کی طرح ؛گا۔ قرآن پاک میں ان کا تعین کر دیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ سات سو کروڑ کی کثیر رقم لو مستحقین میں ہی تقسیم کر دیا جائے یا رفاہی و اصلاحی کاموں پر بھی کچھ خرچ کیا جائے؟

سب سے پہلے فقراء و مساکین کی ضروریات و حاجات کو پورا کرنا ہوگا۔ کیونکہ کوٰۃ کا فلسفہ ہی یہی ہے۔

تؤخذ من اغنیاءھم — ان کے امیروں سے لی جائے گی اور
ترد علی فقراءھم۔ — ان کے غریبوں پر لوٹائی جائے گی۔

اگر اس سے رقم بچے تو پھر ساتویں مصرف فی سبیل اللہ میں ائمہ فقہاء نے جو وسعت یدا کی ہے اس کے مطابق رفاہی کاموں پر خرچ کی جائے۔ تعلیم و تربیت کو اولیت حاصل ہونی چاہیے۔

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ لہٰذا لا الہ الا اللہ کے نام پر قائم ہونے والے ملک کا دفاع و بقا بھی جہاد میں شامل ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاد کی تیاری بھی جہاد ہی ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے۔

واعدوا لھم ما استطعتم — جتنی بھی قوت تم اکٹھی کر سکتے ہو کرو اور
ن قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون — گھوڑے باندھو جن سے تم اللہ اور اپنے

به عدو الله وعدوكم	دشمن کو ڈراؤ اور ان کے علاوہ دوسروں کو
وآخرين من دونهم لا	تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور
تعلمونهم الله يعلمهم وما	جو بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا
تنفقوا من شيء في سبيل الله	اجر تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں

يوف اليكم وانتم لا تظلمون (الانفال: ۶۰) کیا جائے گا۔

آیا آج کل کے دور میں گھوڑوں سے تیاری ہو سکتی ہے۔ کیا موجودہ ترقی یافتہ دور میں لڑائی کے موقعہ پر ہمیں وہ ہتھیار مل سکتے ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہو گی۔ لہٰذا ابھی سے ہمیں تیاری کرنی ہو گی۔

اگر کہا جائے کہ زکوٰۃ اور عشر کے مصارف میں تملیک ضروری ہے۔ جہاں تملیک نہ ہو گی وہاں زکوٰۃ اور عشر کی رقم خرچ نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا رفاہی کاموں پر عشر کی رقم خرچ نہیں کی جا سکتی ہے۔

اس کا جواب امام اجل حضرت قاضی ابو یوسفؒ کے الفاظ میں موجود ہے۔

وسهم في اصلاح طرق	زکوٰۃ کا ایک حصہ مسلمانوں کی سڑکوں کی
المسلمين لـه	اصلاح پر خرچ کیا جائے۔

اسی طرح چند اور حوالے معروف تفاسیر میں سے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

نقل القفال عن بعض	امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں قفال
الفقهاء انهم اجاز وا	کے حوالے سے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے
صرف الصدقات الى جميع	کہ انہوں نے صدقات کو عام بھلائی کے
وجوه الخير من تكفين	کاموں پر خرچ کرنے کی اجازت دی۔
الموتى وبناء الحصون وعمارة	جیسے میت کا کفن، قلعوں کی تعمیر اور

ـله کتاب الخراج، ص۸۰۔

المساجد لان قوله في سبيل الله عام في الكل له

مساجد کی عمارت اس لئے کہ فی سبیل اللہ عام ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بارے میں علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا ہے:

اخرج ابن سعد عن سهل بن خثيمة وغيره ان ابا بكر كان له بيت مال بالسنح ليس يحرسه احد فقيل له الا تجعل عليه من يحرسه قال عليه قفل فكان يعطي ما فيه حتى يفرغ فلما انتقل الى المدينة حوله في داره فقدم عليه مال فكان يقسمه على فقراء الناس فيسوي بين الناس في القسم وكان يشتري الخيل والسلاح فيجعله في سبيل الله۔

ابن سعد نے سہل بن خثیمہ سے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بیان کیا ہے کہ بیشک ابوبکرؓ کا بیت المال سنح میں تھا جس کی کوئی حفاظت نہ کرتا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس پر کسی محافظ کو مقرر کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا اس پر تالہ ہے۔ جو کچھ بیت المال میں ہوتا۔ وہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اس میں کچھ نہ رہتا۔ جب مدینہ منتقل ہوئے تو اپنے گھر میں بیت المال بنا لیا پھر ان کے پاس جو مال آتا۔ تو اس کو فقراء میں تقسیم کر دیتے اور تقسیم کرتے وقت برابر برابر دیتے اور وہ گھوڑے اور اسلحہ خریدتے پھر ان کو فی سبیل اللہ کی مد میں کر دیتے ہیں۔

له تفسیر کبیر۔ ص ۱۸۱ ج ۴

له تاریخ الخلفاء ص ۶۶۔

امام ناصر الدین ابی الخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی سنۃ ۷۹۱ھ اپنی تفسیر میں فی سبیل اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وللصرف فی الجہاد	کہ یہ حصہ جہاد پر اس طرح خرچ کیا جائے
بالانفاق علی متطوعۃ	کہ رضا کارانہ طور پر جہاد حصہ لینے والوں
وابتیاع الکراع والسلاح	پر، گھوڑے اور اسلحہ خریدنے پر صرف ہو
وقیل فی بناء القناطیر	اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پلوں اور کارخانے
والمصانع [1]	(سرکاری) بنانے پر خرچ کیا جائے۔

مصر کے مشہور استاذ شریعہ اسلامیہ ولغت العربیہ احمد مصطفیٰ المراغی سے منقول ہے۔

والحق ان المراد بسبیل	حق یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مسلمانوں
اللہ مصالح المسلمین العامۃ	کے عام بھلائی اور خیر کے کام ہیں جس سے
التی بہا قوام امر الدین والدولۃ [2]	دین وملک کا استحکام ہو۔

دورِ جدید کے عظیم مفسر سید قطب شہید نے فی سبیل اللہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

وذلک باب واسع یشتمل	یہ وہ وسعت والا باب ہے جو جماعت کی تمام
کل مصلحۃ للجماعۃ [3]	مصلحتوں پر مشتمل ہے۔

سید سابق نے فلسفہ زکوٰۃ بڑے جامع انداز میں دو جملوں میں سمیٹ دیا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ فرض فی	بے شک اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں

---

[1] البیضاوی ص ۴۲۰، ج ۱۔

[2] تفسیر المراغی ص ۱۴۵ پارہ ۱۰۔

[3] فی ظلال القرآن ص ۴۰۰ ج ۴

اموال الاغنیاء صدقۃ لمواساۃ الفقراء میں غریبوں اور ان جیسے لوگوں اور مصالح ومن فی معناھم واقامۃ المصالح العامۃ[1] کے لیے صدقہ کو فرض فرمایا۔

لہٰذا مصالح عامہ بھی زکوٰۃ وعشر کے مصارف میں سے ایک مصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر حالات سازگار کیے ہیں تو ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زکوٰۃ اور عشر کو قرآن و سنت کے مطابق نافذ کرنے کی کوشش مخلصانہ ہونی چاہیے اور نفاذ میں جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں ان سے اپنی جھولیوں کو بھرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔

زکوٰۃ وعشر کی موجودگی میں کسی اور ٹیکس کی گنجائش ہے؟

پاکستان لا الٰہ الا اللہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا لہٰذا اس میں شریعت محمدیہ کا کامل نفاذ ہونا چاہیے جو قدم اٹھایا جا چکا ہے اسے آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ حال ہی میں ایک علمی مذاکرہ ٹیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ریسرچ سیل میں عشر پر ہوا اس میں بتایا گیا کہ اس وقت مالیہ کی صورت میں جو رقم حکومت کو وصول ہو رہی ہے وہ صرف ۲۳ کروڑ ہے جبکہ عشر کے طور پر وصول ہونے والی رقم انشاء اللہ ۷۰۰ کروڑ روپے ہو گی۔

اگر عشر کی لائن پر زکوٰۃ سسٹم کو بھی پوری طرح اسلامی بنا دیا جائے تو اس میں اتنی رقم مل سکتی ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جب زکوٰۃ اور عشر کی صورت میں حکومت کی ضرورت کے مطابق رقوم حاصل ہو جائیں تو اور کسی ٹیکس کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ البتہ اگر زکوٰۃ اور عشر سے حکومت کا بجٹ پورا نہیں ہوتا تو حکومت رضا کارانہ معاونت کی عوام سے اپیل کر سکتی ہے اگر اپیل پر عوام الناس اور مالدار توجہ نہ دیں تو حکومت اپنی

---

[1] فقہ السنۃ ص ۳۴۵، ج ۱

ضرورت پوری کرنے کے لیے ضرورت کی حد تک لوگوں سے رقم وصول کرسکتی ہے۔

جہاں تک زکوٰۃ اور عشر کی موجودگی میں مزید کسی ٹیکس کے لگائے جانے کا تعلق ہے تو اس کے بارے امام شعرانیؒ اور علامہ شوکانیؒ کی دو کتابوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔

انہ لیس فی المال سوی الزکاۃ[1] — مال میں سوائے زکاۃ کے اور کچھ نہیں

لیس علیھم غیر الزکوٰۃ من الضرائب والمکس[2] — مسلمانوں پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس اور محصول چنگی نہیں۔

اسی طرح حضرت علاء بن حضرمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بحرین اور ہجر بھیجا۔ میں مسلمانوں کے باغ میں آتا ان کو سلام کرتا۔

فاخذ من المسلم العشر و من المشرک الخراج[3] — پس میں مسلمان سے عشر لیتا اور مشرک سے خراج۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں غیر مسلم تاجروں پر دس فیصد تاجرانہ ٹیکس اس بنا پر لگایا تھا کہ وہ مسلمان تاجروں سے اتنا ہی وصول کرتے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی نے تو یہ لکھا ہے کہ منبج کے عیسائیوں نے جو اس وقت تک اسلام کے محکوم نہ تھے خود حضرت عمرؓ کے پاس تحریری درخواست بھیجی کہ ہم کو عشر ادا کرنے کی شرط پر عرب میں تجارت کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمرؓ

---

[1] المیزان الکبریٰ، ص ۱۲، ج ۲۔

[2] نیل الاوطار، ص ۶۶، ج ۹۔

[3] ابن ماجہ، ص ۱۳۱۔

نے منظور کر لیا۔ پھر ذمیوں اور مسلمانوں پر یہ قاعدہ جاری کر دیا۔ البتہ تعداد میں تفاوت رہا یعنی حربیوں سے ۱۰ فیصد ذمیوں سے ۵ فیصد اور مسلمانوں سے ڈھائی فیصد لیا جاتا تھا۔[۱]

اگر آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی راہ کو اپنایا جائے تو ہمارے تمام اقتصادی و ملی مسائل حل ہو سکتے ہیں اور پاکستان حقیقی معنوں میں ناقابل تسخیر ایک فلاحی ریاست کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ

مع

اسلام کا نظام احتساب

تالیف

مولانا سید محمد متین ہاشمی۔ ایم۔ اے

قیمت ۶۔۰۰ روپے

[۱] الفاروق: ص ۳۳۰۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی۔

فہرست مضامین

سہ ماہی منہاج عشر نمبر حصہ دوم شمارہ جولائی ۱۹۸۳ء

مقالات	مصنفین
۱ فلسفۂ عشر	مولانا سید اسعد گیلانی
۲- مفصل رپورٹ "مذاکرہ" منعقدہ ۱۱/اپریل ۸۳ء بسلسلۂ عشر	
۳- دیہی معیشت پر عشر کے اثرات	ملک خدا بخش بچہ صاحب
۴- فقہ جعفریہ میں عشر کی حیثیت	مفتی محمد حسین مجتہد صدر مؤتمر علمائے شیعہ
۵- نقطۂ تحقیق، پاکستان کی زمین عشری یا خراجی -	مفتی غلام سرور قادری
۶- امام ابو یوسف (سیرت و تعارف)	مولانا محمد صدیق ہزاروی
۷- مصادر عشر	جناب محمد اکرام چغتائی
۸- روایت (ایک مطالعہ)	محمد اصغر نیازی

العشر فی الفقہ

فقہ حنفی
مسائل عشر — مولانا عبدالرشید جامعہ مدنیہ

فقہ مالکی
المدوّنۃ الکبریٰ — ادارہ

فقہ شافعی
کتاب الام — ادارہ

فقہ حنبلی
المغنی والشرح الکبیر — ادارہ

فقہ ظاہری
المحلّٰی — پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب

فقہ جعفری
الفروع من الکافی ۔ من لایحضرہ الفقیہ — ادارہ
تہذیب الاحکام — پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقہ حنفی

مسائلِ عشر

مولانا عبد الرشید صاحب استاذ فقہ جامعہ مدنیہ، لاہور

زمین اور پیداوار کی زکوٰۃ

جس طرح شریعت نے مال تجارت، سونے چاندی، نقد رقم اور سائمہ[1] جانوروں پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض قرار دی ہے اسی طرح زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ عائد کی ہے زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ ہی کو عشر کہا جاتا ہے[2]۔

وجہ تسمیہ

"عشر" کا معنی ہے "دسواں حصہ" چونکہ زمین کی پیداوار کی زکاۃ کی مقدار عام حالات میں کل پیداوار کا دسواں حصہ ہے اس لیے پیداوار کی زکاۃ کا نام "عشر" رکھ دیا گیا۔ اگرچہ بعض مخصوص حالات میں پیداوار کا بیسواں حصہ (نصف عشر) ادا کیا جاتا ہے لیکن اصطلاح فقہاء میں اسے بھی عشر ہی کہا جاتا ہے[3]۔

زکوٰۃ اور عشر کا فرق

عام اموال کی زکوٰۃ خالص عبادت ہے۔ اس میں حیثیتِ عبادت کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے جبکہ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر میں حیثیتِ عبادت کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر ٹیکس کی حیثیت بھی ملحوظ رکھی گئی ہے[4] یہی وجہ ہے کہ عشر نابالغ اور مجنون کی زمین کی پیداوار پر بھی عائد ہوتا ہے بلکہ موقوفہ زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے جبکہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے[5]۔

نیز اسی لیے صاحب زکوٰۃ اگر زکوٰۃ ادا کئے بغیر انتقال کر جائے تو اس کے مال میں سے زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی لیکن اس کے برعکس اگر صاحب عشر عشر ادا کئے بغیر انتقال کر جائے اور وہ پیداوار موجود ہو تو اس میں سے عشر وصول کیا جائے گا۔[۶]

وجوب عشر کی شرائط پہلی شرط مسلمان ہونا، لہٰذا ابتداءً عشر صرف مسلمان پر ہی عائد ہو گا۔ البتہ اگر کسی مسلمان سے کسی کافر نے وہ عشری زمین خریدلی اور اس کافر نے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ کافر حسب سابق عشر ادا کرے گا یا خراج؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کافر خراج ادا کرے گا عشر نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کافر ڈبل عشر یعنی خمس ($\frac{1}{5}$ حصہ) ادا کرے گا۔ امام محمدؒ کے نزدیک حسبِ سابق عشر ہی ادا کرے گا۔ اگرچہ ان دونوں ائمہ کے نزدیک یہ نام کا عشر مصارف خراج میں صرف کیا جائے گا مصارف عشر میں نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ سے ایک روایت مصارف عشر میں خرچ کرنے کی بھی ہے۔[۷]

دوسری شرط وجوب عشر کی دوسری شرط دار الاسلام میں ہونا یا دار الحرب میں ہوتے ہوئے فرضیت عشر کا علم ہونا ہے لہٰذا دار الحرب میں رہنے والے کسی مسلمان کو اگر فرضیتِ عشر کا علم نہیں تو اس پر ادائیگی عشر بھی فرض نہیں ہے۔[۸]

تیسری شرط وجوب عشر کی تیسری شرط پیداوار کا وجود ہے لہٰذا عشری زمین میں اگر پیداوار نہیں ہوئی تو ایسی زمین پر عشر لاگو نہیں ہوگا۔[۹] اگرچہ پیداوار نہ ہونے کا سبب کوئی قدرتی سبب نہ ہو بلکہ مالک کی اپنی لاپرواہی اور غفلت ہی اس کا باعث ہو مثلاً اس نے کاشت ہی نہیں کی یا کاشت کے بعد اس کی نگرانی اور حفاظت نہیں کی۔[۱۰]

چوتھی شرط وہ پیداوار ایسی ہو کہ عادۃً اس کو پیدا کرنے اور اگانے کا رواج ہو اور

اسے کاشت کرکے اس سے نفع اٹھایا جاتا ہو۔ لہٰذا بے کار اور خود رو قسم کی گھاس اور درخت وغیرہ میں عشر نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر قصداً گھاس اور بانس وغیرہ اگائے جائیں تو ان میں عشر ہوگا۔[11]

پانچویں شرط وجوب عشر کی پانچویں شرط یہ ہے کہ زمین عشری ہو۔ خراجی زمین میں خراج ہی واجب ہوتا ہے عشر نہیں۔ کیونکہ کسی ایک زمین پر عشر و خراج دونوں اکٹھے لاگو نہیں ہوتے۔[12]

عشری زمینیں (۱) عرب کی ساری زمین عشری ہے عرب کی زمین عذیب سے مکہ تک اور عدن سے منتہائے حجر تک کہلاتی ہے جس میں تہامہ، حجاز، مکہ، یمن، طائف، عمان اور بحرین شامل ہیں۔[13] (۲) جو علاقے بطور صلح فتح ہوئے اور وہاں کے باشندے مسلمان ہوگئے تو ان مسلمانوں کی زمینیں بدستور ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان پر عشر واجب ہوگا۔[14] (۳) وہ علاقے جو بزور شمشیر فتح ہوئے اور ان کی زمینوں کو مال غنیمت قرار دے کر شرعی اصول کے مطابق مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا ہو۔ ایسی تمام زمینیں عشری قرار پائیں گی۔[15] (۴) مسلمان کا رہائشی مکان جب وہ اسے گرا کر قابلِ کاشت بنا ڈالے، اگر صرف عشری پانی سے سیراب کیا جائے تو اسے بھی عشری زمین قرار دیا جائے گا۔[16] (۵) وہ بنجر بے آباد غیر مملوکہ زمینیں جنہیں کسی مسلمان نے باقاعدہ اسلامی حکومت کی اجازت سے آباد کیا ہے، ان کی حیثیت کے تعین میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ان کو عشری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو ایسی زمینیں عشری کہلائیں گی اور اگر خراجی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو خراجی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا دارومدار قرب وجوار کی زمینوں پر ہے۔ اگر گردونواح کی زمینیں عشری ہیں تو یہ آباد کردہ زمینیں بھی عشری

قرار دی جائیں گی اور اگر گردو نواح کی زمینیں خراجی ہیں تو ان کو بھی خراجی ہی سمجھا جائے گا۔ اور اگر عشری و خراجی زمینوں کے بالکل بیچ میں ہو تو بھی وہ زمین عشری ہوگی۔ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔[۱۸]

عشری پانی بارش کا پانی، کنووں کا پانی، قدرتی چشموں کا پانی اور ان بڑے بڑے دریاؤں ندیوں کا پانی جو قدرتی طور پر جاری ہیں اور ان کو جاری کرنے میں لوگوں کے عمل کو دخل نہیں ہے اور نہ عادۃً کسی کی ملکیت میں ہوتے ہیں مثلاً سیحون، جیحون، دجلہ فرات۔ دریائے نیل، گنگا وجمنا اور پنجاب کے بڑے دریا وغیرہ۔

خراجی پانی ان چھوٹی نہروں اور چشموں وغیرہ کا پانی جنہیں کسی جماعت یا فرد نے اپنی محنت اور خرچ کے ذریعہ نکالا ہے خواہ ایسی نہریں اور چشمے وغیرہ فتح اسلامی سے بیشتر کے ہوں یا فتح اسلامی کے بعد بیت المال کے خرچ سے نکالے گئے ہوں۔ ان کا پانی خراجی ہوگا۔[۱۹]

تنبیہ یاد رہے کہ عشری اور خراجی پانی کا اعتبار صرف نمبر ۴ و ۵ میں ذکر کی گئی زمینوں میں ہی ہوگا۔ زمینوں کی پہلی تین قسمیں بہرحال عشری ہی ہیں۔[۲۰]

نصاب کے شرط ہونے میں اختلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وجوب عشر کے لیے کوئی نصاب شرط نہیں لہٰذا پیداوار کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو، عشر اس میں بہرحال واجب ہوگا۔ البتہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نصاب شرط ہے۔ اس نصاب میں قدرے تفصیل ہے:

۱۔ کیلی اشیاء (یعنی وہ چیزیں جنہیں ناپ کر بیچا اور خریدا جاتا ہے) کا نصاب پانچ وسق یعنی تین سو صاع ہے جس کا اندازہ تول کے موجودہ پیمانوں کے ذریعہ ۹۴۸

کلوگرام کیا گیا ہے۔

۲۔ غیر مکیلی اشیاء جیسے روئی اور زعفران وغیرہ کا نصاب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اتنی مقدار ہے کہ اس کی قیمت مکیلی اشیاء میں سب سے کم قیمت چیز کے پانچ وسق کی قیمت کے برابر ہو جائے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی اشیاء کا نصاب یہ ہے کہ ان چیزوں کا اندازہ کرنے کے لیے جو سب سے بڑا معیار ہے وہ جب پانچ کی تعداد تک پہنچ جائے تو اس پر عشر ادا کرنا واجب ہو جائے گا اس سے کم میں نہیں۔

شہد بھی چونکہ غیر مکیلی اشیاء میں شامل ہے اس لیے اس کا نصاب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان کے اصول کے مطابق یہ ہے کہ شہد کی قیمت، مکیلی اشیاء کی سب سے کم قیمت چیز کے پانچ وسق کی قیمت کے برابر ہو جائے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کے اصول کے مطابق شہد کے اندازہ کرنے کے لیے چونکہ سب سے بڑا پیمانہ "فرق" ہے اس لیے پانچ "فرق" شہد کا نصاب ہے: ایک "فرق" ۳۶ رطل کا ہوتا ہے[21]

فتویٰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر ہے لہٰذا پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ عشر بہر حال نکالنا واجب ہے[22]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ | پیداوار کے ایک سال تک باقی رہنے کی شرط میں اختلاف

کے نزدیک وجوب عشر کے لیے پیداوار کے ایک سال تک باقی رہنے کی شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک سبزیوں، ککڑیوں، کھیروں، پیاز، لہسن وغیرہ ہر قسم کی پیداوار پر عشر واجب ہے۔ لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وجوب عشر کے لیے یہ شرط ہے کہ پیداوار بلا کسی زیادہ تکلف کے ایک سال تک باقی رہ سکے۔

اسی بناء پر عام سبزیوں وغیرہ میں ان کے نزدیک عشر نہیں ہے[٢٣]۔ انگور چونکہ کشمش کی صورت میں سال تک باقی رکھا جاتا ہے اس لیے اس میں عشر واجب ہوگا۔ اسی طرح زیرہ، دھنیا رائی، گنا، بادام، اخروٹ، پستہ وغیرہ جنہیں خشک صورت میں باقی رکھنے کا عام دستور ہے، ایسی تمام چیزوں میں امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بھی بالاتفاق عشر ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ان تمام پھلوں میں عشر ہے جنہیں خشک کر کے باقی رکھا جا سکتا ہو اور خشک ہونے کے بعد وہ نصاب کو پہنچ جاتے ہوں جیسے انجیر، آلو بخارا، امرود، شفتالو، سیب، مشمش، نبق، توت، کیلا وغیرہ لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ ان اشیاء کو، عام طور پر خشک وغیرہ کر کے باقی رکھنے کی عادت نہیں اور عام طور پر ایسا کیا نہیں جاتا اس لیے ان پر عشر نہیں ہوگا امام محمد رحمہ اللہ سے یہ روایت بھی ہے کہ پیاز چونکہ سال تک باقی رہتا ہے لہٰذا اس میں عشر ہے[٢٤]۔

تکمیل نصاب

تکمیل نصاب کی ضرورت دو مقام پر پڑتی ہے:

١۔ کسی شخص کی دو یا دو سے زائد علاقوں اور دیہاتوں میں زمینیں ہیں۔ اور کسی بھی زمین کی پیداوار نصاب کو نہیں پہنچتی۔ تو کیا ان مختلف زمینوں کی پیداوار ملا کر نصاب مکمل کیا جائے گا یا نہیں؟

٢۔ ایک ہی زمین میں مختلف قسم کی پیداوار ہوئی اور ان میں سے کوئی بھی نصاب عشر کو نہیں پہنچتی، تو کیا تکمیل نصاب کی خاطر مختلف پیداواروں کو ملایا جائے گا یا نہیں؟

پہلی صورت میں مختلف زمینوں کی پیداوار کو ملا کر نصاب مکمل کیا جائے گا اور

ادا کرنا ضروری۔ البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک حکومت کی طرف سے وصولی عشر کے لیے مقرر کردہ عامل اگر ان مختلف زمینوں کا ایک ہی ہے تو اسے مطالبہ عشر کا بھی حق حاصل ہے اور اگر عامل مختلف ہیں اور ہر ایک کے زیر اختیار آنے والی زمین کی پیداوار نصاب عشر کو نہیں پہنچتی تو ایسی صورت میں عامل کو مطالبہ عشر کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن چونکہ آپس میں ضم کر دینے کے باعث مالک کی ملک میں بقدر نصاب پیداوار جمع ہو چکی ہے اس لیے مالک پر از خود عشر ادا کرنا واجب ہوگا۔ رہی یہ بات کہ پیداوار کی مختلف جنسوں کو بھی تکمیل نصاب کی خاطر آپس میں ضم کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کا جواب ابھی دوسری صورت کے ذیل میں آرہا ہے۔

دوسری صورت میں مختلف قسم کی پیداوار کو تکمیل نصاب کی خاطر آپس میں ضم کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ تکمیل نصاب کے لیے نہیں ملایا جائے گا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اس مختلف پیداوار کا اختلاف ایسا ہے کہ جس کے باعث اس کو آپس میں کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا ناجائز ہے تو ایسی مختلف پیداوار کو تکمیل نصاب کے لیے آپس میں ضم کیا جائے گا مثلاً سفید گندم اور سرخ گندم اور اگر ایسا اختلاف ہے کہ ان کو آپس میں کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے تو ایسی مختلف پیداوار کو تکمیل نصاب کے لیے آپس میں ضم نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر جنس علیحدہ علیحدہ دیکھی جائے گی اگر نصاب کو پہنچے تو عشر واجب[٢٥] ورنہ نہیں

عاقل بالغ ہونا شرط نہیں

وجوبِ عشر کے لیے عاقل بالغ ہونا شرط نہیں یہی وجہ ہے کہ نابالغ اور مجنون کی زمینوں پر بھی عشر واجب ہے۔[٢٦]

زمین کی ملکیت بھی شرط نہیں

وجوب عشر کے لیے پیداوار کی ملکیت کافی ہے زمین کی ملکیت شرط نہیں اس لیے وقف شدہ زمینوں کی پیداوار پر بھی عشر ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان نے زمین عاریۃً لے لی اور اس میں کاشت کی تو اس کا عشر عاریت پر لینے والا شخص (مستعیر) پیداوار کا مالک ہونے کی بناء پر ادا کرے گا، عاریت پر دینے والے شخص (معیر) کے ذمہ اس کا عشر نہیں ہے۔ اگرچہ وہ زمین کا مالک ہے۔

اسی طرح اگر زمین بٹائی پر دی یعنی پیداوار کا ایک معین حصہ مالک کا اور دوسرا معین حصہ کاشتکار کا تو مالک و کاشتکار میں سے ہر شخص اپنے حصہ کا عشر ادا کرے گا [۲۷]

اسی طرح اگر زمین کرایہ پر دیدی اور کرایہ پر لینے والے (مستاجر) نے اس میں زراعت کی تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کرایہ پر دینے والے شخص (مؤجر) نے اجرت اتنی لی ہے کہ مستاجر کے پاس بہت کم بچا ہے تو ایسی صورت میں عشر مؤجر کے ذمہ ہوگا۔ .... اور اگر موجر اجرت کم لے تو عشر مستاجر کے ذمہ ہوگا۔ چونکہ ہمارے علاقوں میں اجرت کم لی جاتی ہے اس لیے اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے کہ عشر مستاجر کے ذمہ ہے [۲۸]

سال گذرنا بھی شرط نہیں

زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لیے جس طرح مال زکوٰۃ پر سال گذرنا شرط ہے اس طرح وجوب عشر کے لیے عشری پیداوار پر سال گذرنا شرط نہیں ہے۔ اسی لیے پیداوار ہوتے ہی .... عشر واجب ہوگا اور سال میں جتنی بار فصل ہوگی ہر بار عشر ادا کرنا واجب ہوگا [۲۹]

کھیتی کاٹنے اور پھل اتارنے سے پہلے عشر ادا کرنا

زراعت یعنی بیج ڈالنے اور درختوں

کو پھل لگنے سے پہلے عشر ادا کرنا صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے ایسا کیا تو اسے دوبارہ عشر ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر کھیتی کے اگ جانے کے بعد اور پھل آجانے کے بعد عشر ادا کیا تو عشر ادا ہو جائے گا۔ اور اگر بیج ڈالنے کے بعد اور اگنے سے پہلے عشر ادا کیا تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے۔[۳۰]

عشر کی مقدار

جن زمینوں کی سیرابی میں محنت یا خرچ کرنا پڑتا ہو مثلاً چاہی زمینیں یا وہ نہری زمینیں جن کے پانی کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے یا دُور دراز جگہوں سے اونٹوں وغیرہ پر پانی لاکر زمین کو سیراب کیا جائے تو ایسی صورت میں پیداوار کا $\frac{1}{20}$ حصہ یعنی نصف عشر ادا کرنا ہوگا۔

بارانی زمینیں جنہیں بلا قیمت و بلا محنت پانی میسر آجاتا ہو، ان کی پیداوار کا $\frac{1}{10}$ حصہ یعنی پورا عشر ادا کرنا ہوگا۔

جن زمینوں کو دونوں طرح کے پانیوں سے سیراب کیا گیا ہو تو اکثر کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اس فصل میں بارش کا پانی زیادہ استعمال ہوا ہے تو $\frac{1}{10}$ حصہ یعنی عشر ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر نہری پانی زیادہ استعمال ہوا ہے تو $\frac{1}{20}$ حصہ یعنی نصف عشر ادا کرنا ہوگا۔[۳۱]

اور اگر کسی زمین کو دونوں طرح کے پانیوں سے سیراب کیا گیا ہو اور دونوں طرح کے پانیوں کا استعمال برابر ہو تو اگرچہ ایک قول کے مطابق نصف عشر یعنی $\frac{1}{20}$ حصہ ادا کرنا ہوگا لیکن دوسرے قول کے مطابق محتاط طریقہ یہ ہے کہ آدھی پیداوار کا عشر یعنی $\frac{1}{10}$ حصہ اور آدھی پیداوار کا نصف عشر یعنی $\frac{1}{20}$ حصہ ادا کرے۔ گویا عشر کا $\frac{3}{4}$ حصہ ادا کرے۔[۳۲]

اگر عشری زمین "تغلبی"[۵] عیسائی کے پاس ہو تو اس سے عشر کا دوگنا یعنی ۱/۵ حصہ لیا جائے گا۔ خواہ وہ "تغلبی" عیسائی مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا بچہ۔ نیز "تغلبی" عیسائی سے اگر غیر "تغلبی" ذمی نے وہ زمین خرید لی تو غیر "تغلبی" ذمی کو بھی عشر کا دوگنا یعنی ۱/۵ حصہ ادا کرنا ہوگا۔

"تغلبی" اگر مسلمان ہو جائے یا کوئی مسلمان اس سے زمین خرید لے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک حسب سابق یہ لوگ عشر کا دوگنا ادا کریں گے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اب یہ لوگ عشر ادا کریں گے۔ ۰ ۰ ۰ ۰ اور عشر کا دوگنا ادا کرنے کا حکم اب ساقط ہو جائے گا۔

"تغلبی" نے اگر عشری زمین کسی مسلمان سے خریدی تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک "تغلبی" عشر کا دوگنا ادا کرے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بدستور سابق عشر ہی ادا کرے گا۔[۳۴]

قرض اور خرچ منہا نہیں کیا جائے گا

اگر مالک پیداوار مقروض ہو تو قرض کو پیداوار سے منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ پوری پیداوار کا عشر ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح کھیتی کے اخراجات اور بیج وغیرہ

---

۵ "بنو تغلب" عرب عیسائیوں کا ایک قبیلہ تھا جو روم کی سرحد کے قریب آباد تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے ان پر جزیہ مقرر کرنا چاہا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم عرب قوم ہیں، اور جزیہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اگر آپ نے ہم پر جزیہ لگایا تو ہم آپ کے دشمن رومیوں سے جا ملیں گے۔ اور اگر آپ ہم سے وہی وصول کریں جو مسلمانوں سے وصول کرتے ہیں (عشر وغیرہ) تو ہم آپ کو مسلمانوں سے دوگنا دیدیں گے چنانچہ اسی پر ان سے معاہدہ ہوگیا۔ (شرح زیادات الزیادات للسرخسی والعتابی ص ۱۱۲)

بھی منہا نہیں کئے جائیں گے بلکہ پوری پیداوار کا عشر ادا کرنا ہوگا[۳۴]

وجوب عشر کا وقت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کھیتی کے زمین سے نکلنے اور درختوں پر پھل کے ظاہر ہو جانے اور قابلِ انتفاع ہو جانے کا وقت ہی وجوب عشر کا وقت ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کھیتی اور پھلوں کے پوری طرح تیار ہو جانے کے وقت عشر واجب ہوتا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کھیتی کو صاف اور بھوسے وغیرہ سے علیحدہ کر لینے اور پھلوں کو توڑ لینے کے وقت عشر واجب ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر کھیتی کاٹے جانے اور پھول توڑنے جانے کے قابل ہونے سے پہلے کسی شخص نے ضائع کر دیئے تو مالک اس شخص سے تاوان وصول کر کے اس میں سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشر ادا کرے گا اور اگر کھیتی یا پھلوں میں سے کچھ حصہ تلف ہونے سے بچ جائے تو اس کا عشر اسی میں سے ادا کرے لیکن چونکہ امام ابو یوسف ؒ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک ابھی وجوب عشر کا وقت ہی نہیں ہوا تھا اس لیے ان کے نزدیک ایسی تلف کردہ پیداوار کا عشر واجب نہیں ہوگا۔ نیز ان کے نزدیک باقی ماندہ کھیتی اور پھلوں کے نصاب کی تکمیل میں اس پیداوار کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو وجوب عشر کا وقت آنے سے پہلے ہلاک ہو چکی ہے۔ لہٰذا اگر باقی ماندہ پیداوار بذات خود نصاب کو پہنچ جائے تو عشر ادا کر دیا جائے۔ ورنہ نہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک جو وقت وجوب ہے اگر اس کے بعد کھیتی یا پھل از خود قدرتی طور پر ضائع ہو گئے تو ہلاک شدہ کا اگرچہ عشر ادا نہیں کیا جائے گا لیکن باقی ماندہ پیداوار اگر نصاب کو نہیں پہنچتی تو تکمیل نصاب کی خاطر ہلاک شدہ پیداوار کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس طرح اگر نصاب مکمل ہو جائے تو عشر ادا کرنا واجب ہوگا ورنہ نہیں

اور اگر وقت وجوب کے بعد کھیتی یا پھل کو مالک نے خود ضائع کیا ہے تو اس کا عشر مالک کے ذمہ واجب الادا ہوگا۔ اور اگر مالک کے علاوہ کسی اور شخص نے اس کی پیداوار کو وقت وجوب کے بعد ضائع کیا ہے تو مالک اس سے تاوان لے کر اس کا عشر ادا کرے۔ اور اگر پیداوار کا کچھ حصہ ضائع کرنے والے کی دستبرد سے بچ گیا ہے تو اس کا عشر باقی ماندہ حصے سے ادا کرے[۳۵]

عشر کا رکن "تملیک" ادائیگی عشر کے لیے "تملیک" یعنی کسی مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے۔ لہٰذا ان تمام صورتوں میں عشر ادا نہیں ہوگا جن میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا گیا ہو مثلاً مسجد و سرائے وغیرہ کی تعمیر اور دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا، کسی مردے کے کفن دفن میں خرچ کرنا، کسی فقیر میت کا قرض ادا کرنا، کسی زندہ فقیر کا قرض از خود اس کے حکم کے بغیر ادا کر دینا وغیرہ۔

حاکم یا اس شخص کو عشر ادا کرنا جسے وصولی عشر کے لیے حکومت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے، بالکل درست اور صحیح ہے کیونکہ ان کا وصول کرنا فقراء و مستحقین کے نمائندہ اور وکیل ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا قبضہ مستحق کا قبضہ قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی نابالغ فقیر بچے یا فقیر مجنون کو عشر ادا کرتا ہے اور ان کی طرف سے ان کا باپ، دادا یا ان کا ولی یا وصی قبضہ کر لیتا ہے تو بھی عشر ادا ہو جائے گا اس لیے کہ ان کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ان کا قبضہ بعینہٖ فقیر بچے یا فقیر مجنون کا قبضہ سمجھا جائے گا۔

اپنے اصول و فروع یعنی باپ دادا اور اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد کو عشر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو عشر ادا نہیں کر سکتا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق بیوی اپنے شوہر کو بھی عشر نہیں ادا کر سکتی البتہ امام ابو یوسفؒ

اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بیوی اپنے شوہر کو ادا کر سکتی ہے لیکن فتویٰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر ہے۔ اپنے اصول و فروع کو ادا کرنے اور زوجین کے ایک دوسرے کو ادا کرنے کی صورت میں اگرچہ تملیک تو ہو جاتی ہے لیکن چونکہ ان میں بالعموم ایک دوسرے کی ملکیت سے فائدہ بکثرت اٹھایا جاتا ہے اس لیے یہ تملیک، تملیک مطلق نہیں ہوتی لہٰذا ان کو ادائیگی عشر صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اباحۃً کھانا کھلا دینے سے عشر ادا نہیں ہوگا[۳۶]۔

نیت چونکہ عشر میں عبادت کی حیثیت بھی ملحوظ ہے اس لیے دیگر عبادات کی طرح ادائیگی عشر میں بھی نیت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص سے جبراً عشر لے لیا گیا اور وہ بذات خود ادائیگی عشر پر رضامند نہیں تھا تو ایسے شخص کو وہ اجر و ثواب نہیں ملے گا جو ادائیگی عشر پر بحیثیت عبادت ملتا ہے اگرچہ اس صورت میں بھی عشر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس میں ٹیکس کی حیثیت بھی موجود ہے۔

یہ نیت یا تو ادائیگی کے وقت ہونی چاہیے یا پھر اس وقت جبکہ کل پیداوار سے عشر کا حصہ علیحدہ کیا جائے اگرچہ بعد میں علیحدہ کردہ حصہ عشر کو ادا کرتے وقت نیت مستحضر نہ رہے۔

نیز نیت میں صاحب عشر کی نیت کا اعتبار ہوگا لہٰذا اگر کسی شخص نے عشر کا حصہ کسی مستحق تک پہنچانے کا حکم کسی کو دیا۔ لیکن پہنچانے پر مامور شخص کو مستحق کے حوالہ کرتے وقت نیت مستحضر نہیں رہی تو بھی عشر ادا ہو جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں آمر کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ مامور کی نیت کا[۳۷]۔

حصہ عشر کی جگہ دوسری چیز کی ادائیگی پیداوار کے حصہ عشر کی جگہ اس کی قیمت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ نیز